

## محدثین کے ہاں "سبر" کے معانی و ضوابط (کتب مصطلح کا تجزیاتی مطالعہ)

## Rules and Standard of 'Saber' with Muhaddiths: An Analytical Study of the Books of Mustalah

ڈاکٹر ضیاء الرحمان<sup>III</sup> ڈاکٹر محمد عمران<sup>II</sup> ڈاکٹر نور الرحمان ہزاروی<sup>I</sup>

## Abstract

Muhaddiths have different means and methods of finding out the Zabt of the narrator, the most important of which is "Sabr", and it is the most difficult and complex one, it requires solid knowledge and understanding of memorization, understanding, and knowledge of hadith, there is a difference in the narrator's hadiths, so the "Sabr" of his hadiths is also not the same. In fact, in some circumstances, it is not possible to follow his hadiths, in the discussion under consideration, this method has been explained in detail.

**Key words:** Sabr, Zabt, Mijhool, Mafareed, Shirkat, Sanad, Adalat, Ravi, Rivaia

## تعارف

راوی کا ضبط معلوم کرنے کا ایک طریقہ جو نہایت مشقت طلب ہے، یہ طریقہ حفظِ واسع، فہم ثاقب اور علوم حدیث بمجلیح انواع کی ٹھوس معرفت و ادراک کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس طریقہ یا عمل کو سبر مرویات یا اعتبار و اعتبار کہا جاتا ہے<sup>1</sup>۔ اور راوی کی احادیث چاہے ایسی ہوں، جن میں اس نے دیگر راویوں کے ساتھ شرکت کی ہے، یا وہ ان کی روایت کرنے میں متفرد ہو، یا دونوں طرح کی احادیث ہوں، ہر ایک کا سبر ہوتا ہے، اور ہر ایک کے سبر کا طریقہ مختلف ہے، جس کی تفصیل آگلی سطور میں آرہی ہے۔ امام ایوب سختیانی، امام ابن المبارک، امام شافعی، امام مسلم وغیرہ متقدمین ائمہ اور متاخرین ائمہ جیسے: حافظ ابن الصلاح وغیرہ کے کلام میں "سبر" کی تصریح واضح الفاظ میں ملتی ہے۔

**فائدہ-1:** واضح رہے کہ ہر راوی کی احادیث کا سبر ممکن نہیں ہوتا، مثلاً: وہ مجہول راوی جس سے ایک ہی راوی حدیث روایت کرتا ہے اور وہ بھی ضعیف ہوتا ہے، یا وہ مجہول راوی ایک ہی شیخ سے روایت کرتا ہے اور وہ بھی ضعیف ہوتا ہے یا وہ مجہول راوی جس کی روایت کردہ حدیث یا احادیث میں اس کا شاگرد اور شیخ دونوں ہی ضعیف ہوتے ہیں، ایسی صورت میں حدیث میں مذکور نکالت کا حمل اس کے شاگرد پر بھی ہو سکتا ہے اور شیخ پر بھی؛ جس کی وجہ سے اس مجہول راوی کے ضبط کی بابت کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جاسکتی، ہاں ایک حالت ہے، جس میں اس طرح کے مجہول راوی کی احادیث کا سبر ہو سکتا ہے، اور وہ

I پی ایچ۔ ڈی سکار، فیصلی آف اصول الدین، ڈیپارٹمنٹ آف حدیث، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

II اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور

III لیکچرار، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، کوہاٹ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی

یہ کہ حدیث میں مذکور میں نکارت، اس مجہول راوی کے تلمیذ اور شیخ کے درجہ ضعف سے زیادہ شدید ہو؛ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس نکارت شدیدہ کا ذمہ دار یہی مجہول راوی ہے، ایسی صورت میں یہ راوی کم از کم درجہ میں ضعیف ضرور ہوگا اگر منکر الحدیث نہ ہو۔

فائدہ-2: اسی طرح ایک اور حقیقت بھی سمجھ لینی چاہیے کہ کبھی کبھار بعض راویوں کی احادیث کا "سبر" نقاد کے لئے بھی انتہائی مشکل ہوتا ہے، اگرچہ محال نہیں ہوتا، ایسا عموماً تب ہوتا ہے جب راوی کی مرویات مقاطع و مراہیل ہوں، ایسی صورت میں چونکہ تمام راوی سند میں مذکور نہیں ہوتے؛ اس لئے حدیث میں پائی جانے والی نکارت کے ذمہ دار کا تعین کرنے میں مشکل ہوتی ہے، ہاں اگر ان مراہیل میں نکارت بکثرت ہو تو ایسی صورت میں یہی مجہول راوی ہی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے؛ کہ اس کو اتنا بھی ادراک نہیں کہ اس طرح کی مناکیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے۔ عموماً ایسی راوی صوفیاء و زہاد ہوتے ہیں۔

سبر

کسی راوی کی احادیث کے سبر یا اعتبار کے لئے اس راوی کی احادیث کو دو قسموں میں منقسم کیا جاتا ہے، کہ ہر قسم کا سبر دوسری کے سبر سے مختلف ہوتا ہے:

پہلی قسم کے تحت وہ احادیث ہیں، جن کی روایت کرنے میں وہ راوی متفرد ہوتا ہے۔

دوسری قسم وہ احادیث ہیں، جن کی روایت کرنے میں اس کے ساتھ اور راوی بھی شریک ہیں، قطع نظر اس سے کہ وہ موافق ہیں یا مخالف، یعنی: اصل روایت میں دوسرے راوی بھی اس کے ساتھ شریک ہیں۔ اس کے بعد سب سے پہلے دیکھا جائے گا کہ یہ راوی مکثر ہے یا مقلد، یعنی: کثیر الحدیث ہے یا قلیل الحدیث۔

اگر راوی مکثر یعنی: کثیر الحدیث ہو

تو دیکھا جائے گا کہ اس کی احادیث پر مفارید کا غلبہ تو نہیں، اگر ایسا ہے تو یہ اس راوی کے ضعف کی دلیل ہوگا، بلکہ بسا اوقات یہ اس کے شدتِ ضعف اور کبھی کبھار تو اس کے واضح اور کذاب ہونے کی بھی دلیل ہوتا ہے؛ چنانچہ اس بابت اہل علم و نقاد کی بکثرت نصوص موجود ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں، کہ کثرتِ مفارید بذاتِ خود راوی کی حدیث کے مردود ہونے کی دلیل ہے، خطیب بغدادی نے اس نوع کے راویوں کے لئے مستقل باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے:

باب: ترك الاحتجاج لمن غلب على حديثه الشواذ ورواية المناكير والغرائب من

الأحاديث<sup>2</sup> اور اس بابت صریح عبارت امام شعبہ لگی ہے، جن سے پوچھا گیا: من الذي يترك حديثه؟، تو ان کا جواب

تھا: الذي إذا روى عن المعروفين ما لا يعرفه المعروفون، فأكثر طرح حديثه اس سے مراد غرائب

و مفاريد و نوائد ہیں<sup>3</sup>۔

امام ابو نعیم اصہبائی فرماتے ہیں کہ: ہمارے ہاں ایک شخص تھا، جو دن میں پانچ سو بار نمازیں پڑھا کرتا تھا، مگر اس کی حدیث اس کے غرائب کی وجہ سے ساقط ہو گئی۔ عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں کہ: انسان کو غرائب کی روایت کرنے سے بچنا چاہئے؛ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں، جو دن میں دو سو رکعتیں نماز پڑھا کرتا تھا، مگر غرائب کی روایت نے اسے محدثین کے ہاں گرا دیا۔

الغرض اتنی بڑی تعداد میں غرائب کی روایت کرنا، راوی کے معاملہ کو بالفعل مشکوک کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے ائمہ ایسے راوی پر منکر الحدیث وغیرہ کا شدید حکم لگاتے ہیں۔ اور اگر ان مفارید میں چاہے سب میں، اکثر میں یا بعض میں انتہائی فاحش نکارت بھی ہو تو اس صورت میں ائمہ اسے مغفل قرار دے کر اس کی عدالت ساقط کر دیتے ہیں اور کبھی کبھار تو اسے جھوٹا قرار دیتے ہیں، جب اس کی مفارید میں وضع کی علامات پائی جائیں اس طور پر کہ وہ مفارید آیات قرآنیہ، یا دیگر احادیث صحیحہ، یا مقاصد شریعت سے ٹکراتی ہوں، یا صریح عقل سلیم، حس، مشاہدہ یا قطعی و یقینی تاریخ کے خلاف ہو۔

فائدہ: کثرت روایت غرائب کیوں ترک روایت کا سبب ہے؟ اگر کہا جائے کہ: دافع شہرت کی وجہ سے۔ تو یہ ٹھیک نہیں؛ کیونکہ دافع شہرت امر قلبی ہے، کسی راوی کے متعلق یہ حکم لگانا کہ روایت غرائب سے اس کی غرض شہرت ہے، ایک مشکل معاملہ ہے، اگر اسی کو معیار بنا دیا جائے تو اس کا اطلاق پھر اس شخص پر بھی ہو گا جس نے صرف ایک حدیث غریب روایت کی ہو۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہیں: کہ ہو سکتا ہے کہ اس راوی نے یہ اغراب یا تفرّد بغرض شہرت کیا ہو۔ مگر یہ اساسی سبب نہیں، اساسی سبب یہ ہے کہ: روایت غرائب، موجب استغراب و تعجب، بلکہ شک ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ تبلیغ و نشر سنت کس شخص پر مخفی ہو سکتی ہے؟! پھر تابعین کا حضرات صحابہ کرامؓ سے حصول سنت کا اہتمام اور اس کی بکثرت نقل و روایت اور عمومی طور پر امت کا اپنے دین کے حوالہ سے اہتمام و دلچسپی اور خصوصاً اس کے اصل ثنائی سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، جس پر اس کے عقیدہ، فقہ، آداب وغیرہ کا دار و مدار ہے، کے حوالہ سے اہتمام و دلچسپی ہر شخص پر عیاں ہے، جو محتاج دلیل نہیں۔ اب سنت نبویہ کے نشر و تبلیغ کے اس قدر اہتمام کے ہوتے ہوئے کوئی شخص کسی شیخ سے کسی حدیث کی روایت کرنے میں تفرّد و اغراب کرتا ہے، جسے اس شیخ کے دیگر شاگرد روایت نہیں کرتے، پھر یہ راوی ایک نہیں، دو نہیں، تین نہیں، کثیر تعداد میں احادیث کے روایت کرنے میں تفرّد کرتا ہے، گویا پوری امت میں یہی واحد شخص ہے جسے نشر سنت اور تبلیغ کی اتنی فکر، کڑھن اور اہتمام ہے، تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس قدر تعداد میں اغراب یقیناً اور بالفعل اس شخص کی روایت میں موجب شک وریبہ ہوگا، یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ امت کے اس قدر جمع و نشر سنت کے اہتمام کے ہوتے ہوئے کوئی شخص اتنی بڑی تعداد میں احادیث کے روایت کرنے میں متفرّد ہو؛ اس لئے ایسی صورت میں ائمہ اس راوی پر شدت ضعف کا حکم لگاتے ہیں اور اگر ان مفارید میں فاحش نکارت بھی ہو تو ائمہ اس راوی کو غفلت شدیدہ کی طرف منسوب کر کے اسے

ساقط الحدالہ قرار دے دیتے ہیں اور اگر ان مفارید میں وضع کی علامات بھی پائی جائیں<sup>4</sup> تو ایسے راوی پر ائمہ کذاب ہونے کا حکم لگانے سے بالکل نہیں ہچکچاتے۔

یہ تفصیل تو اس صورت کی تھی جب اس کی احادیث پر مفارید و غرائب کا غلبہ زیادہ ہو، جس کی بابت ہم نے عرض کیا کہ ایسے راوی میں اصل یہی ہے کہ وہ مردود الحدیث ہوتا ہے۔ اور اگر اس کی احادیث پر مفارید کا غلبہ نہیں، مگر پھر بھی فی نفسہ وہ کم نہیں ہیں، بلکہ بدستور زیادہ ہیں، فرض کرتے ہیں کہ ان کا تناسب 30، 35، یا 40 فی صد ہے تو ایسی صورت میں پہلے ان احادیث کا سبر کیا جائے گا، جن کی روایت کرنے میں اس کے ساتھ دیگر روایت نے بھی شرکت کی ہے، پھر ان احادیث کا جن کی روایت کرنے میں یہ راوی متفرد ہے، پھر دونوں نظر و سبر میں موازنہ کے نتیجے میں ناقد، راوی کے ضبط سے متعلق ایک اجمالی و مجموعی رائے قائم کرے گا۔ البتہ مفارید کے سبر کے وقت درج ذیل امور تدریق کے ساتھ پیش نظر رہنے چاہئیں، مثلاً:

- شرکت والی احادیث میں اس کے مجموعی ضبط و اتقان کو پیش نظر رکھا جائے گا، کہ شرکت والی احادیث میں راوی کا ضبط کبھی تفرّد کی وجہ سے پیدا ہونے والی محتمل غلطی کا جبیرہ و تدارک کر لیتا ہے اور کبھی نہیں کر پاتا؛ چنانچہ شرکت والی احادیث میں راوی کا ضبط اگر اعلیٰ درجہ کا ہو تو عموماً اس طرح کے راوی کا تفرّد قابل احتمال ہوتا ہے اور اگر شرکت والی احادیث میں راوی کا ضبط اس درجہ کا نہ ہو، درمیانہ درجہ یا اس سے کم درجہ کا ہو، مگر دائرہ قبول سے خارج نہ ہو تو اس طرح کا ضبط و اتقان تفرّد کی وجہ سے پیدا ہونے والی محتمل غلطی کا جبیرہ کر نہیں کر سکتا؛ مگر ایسی صورت میں مفارید میں ہونے والی غلطی کو غیر قصدی غلطی سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے گا، یعنی: یہ غلطی یا غلطیاں راوی کی عدالت میں مؤثر نہیں ہوں گی، [البتہ ایسی صورت میں اس طرح کے راوی کا فضائل، ترغیب و ترہیب، سیر، مغازی وغیرہ میں تفرّد کبھی کبھار قبول کر لیا جاتا ہے]۔ لیکن کبھی مفارید میں موجود نکارت اس قدر فاحش ہوتی ہے کہ ناقد کو غالب گمان اور کبھی کبھار یقین ہو جاتا ہے کہ اس طرح کی نکارت کسی عدل راوی کی جانب سے نہیں آسکتی؛ جس کے نتیجے میں اس راوی کی عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

- اسی طرح درجہ غرابت کو دیکھا جائے گا، ہر تفرّد، دوسرے کے مساوی نہیں ہوتا؛ تفرّد کی کئی صورتیں یا اقسام ہیں اور ان میں از روئے غرابت، متفاوت درجات و مراتب بھی ہیں؛ چنانچہ حدیث میں بیان کردہ مضمون میں عموم بلوی جس قدر زیادہ ہوگا، یا اس کے دواعی نقل جس قدر زیادہ ہوں گے اسی قدر اس کے تفرّد کا درجہ بڑا ہوگا اور اس کے قبول ہونے کا احتمال اسی قدر تنگ ہوگا۔ اور حدیث میں بیان کردہ مضمون میں عموم بلوی جس قدر اخف اور ہلکا ہوگا، یا اس کے دواعی نقل جس قدر کم ہوں گے اسی قدر اس کے تفرّد کا درجہ بھی چھوٹا ہوگا اور اس کے قبول ہونے کا احتمال اسی قدر وسیع ہوگا؛ چنانچہ طہارت کے مسائل میں تفرّد اشد ہے مسائل نکاح کے مقابلہ میں، اگرچہ ہر دو انواع میں عموم

بلوی پایا جاتا ہے، مگر مسائل طہارت میں عموم بلوی مسائل نکاح کے مقابلہ میں بڑا ہے؛ اس لئے کہ مسائل طہارت کی طرف لوگوں کی ضرورت ہر روز کئی بار پیش آتی ہے اور ہر شخص کو پیش آتی ہے، جبکہ مسائل نکاح ایسے نہیں، اس کی ضرورت زندگی بھر میں عموماً ایک ہی بار پیش آتی ہے۔ درجاتِ غربت میں اس تفاوت کی وجہ سے مفارقت کے قبول میں راوی کے ضبط و اتقان کے درجہ کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا، اور راوی کے درجہ ضبط و اتقان اور درجہ تفرّد و غربت کے درمیان مقارنہ کیا جائے گا۔ تقریباً مسئلہ کے لئے ہم فرض کرتے ہیں کہ درجہ غربت و تفرّد کے لئے بھی فیصدی نسبت ہے اور درجہ ضبط و اتقان کے لئے بھی فیصدی نسبت ہے، جو خطا و صواب کی باہمی نسبت کو دیکھتے ہوئے کم از کم %51 سے شروع ہوتا ہے کہ اس سے کم درجہ کا ضبط والا راوی ضعیف ہوتا ہے اور %99 پر ختم ہوتا ہے؛ پس اگر راوی کا درجہ ضبط %70 ہو اور درجہ تفرّد %80 ہو، تو یہ تفرّد قبول نہیں کیا جائے گا؛ اس لئے کہ راوی کے ضبط و اتقان میں اتنی قوت نہیں کہ وہ تفرّد کی وجہ سے پیدا ہونے والی ضعف کا جابر بن سکے۔ نیز اس کے ساتھ ساتھ راوی کی وسعتِ روایت کو بھی دیکھا جائے گا کہ: آیا وہ واسع الروایۃ اور کمترین من الروایۃ میں سے ہے یا نہیں؟ چنانچہ راوی جس قدر وسیع الروایۃ ہوگا، اس کے تفرّد کے قبول کا دائرہ بھی اسی قدر وسیع ہوگا<sup>5</sup>۔

درجہ غربت ہی کے ضمن میں موضع تفرّد کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ یہ تفرّد معنی میں ہے، یا لفظ میں ہے، یا اسناد میں: پھر اگر تفرّد معنی میں ہے تو دیکھا جائے کہ راوی نے کسی "اصل" کو روایت کرنے میں تفرّد کیا ہے، جو نصوص میں کہیں بھی موجود نہیں ہے؟ یا یہ اصل مشہور المعنی ہے، دیگر احادیث میں یہ موجود ہے، مگر اس راوی نے اسے ایسے لفظ کے ساتھ روایت کیا ہے، کہ اس لفظ کے ساتھ یہ اصل دیگر احادیث میں وارد نہیں ہوا۔

اگر تفرّد لفظ کا ہے تو دیکھا جائے گا کہ آیا یہ لفظ کہیں ایسا تو نہیں کہ لفظ نبوی کے طور پر یہ مستنکر ہو اس طور پر کہ یہ مثلاً فقہاء کی فقہی عبارات و تعبیرات کے اسلوب پر ہو کہ اگر ایسا کیا تو ایسا ہوگا، اور اگر ایسا کیا تو ایسا ہوگا وغیرہ وغیرہ، یا اس لفظ میں رکاکت ہو، جو شانِ پیغمبری کے بالکل مناسب نہ ہو۔

اگر تفرّد اسناد میں ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس نے کسی اصل اسنادی کا تفرّد کیا ہے، یعنی: ایسی اسناد کا، جس وجود ممکن ہی نہیں؛ مثلاً: وہ راوی کوئی حدیث کسی ایسی سند سے بیان کرے، جس میں صحابی، تابعی سے اور تابعی، رسول اللہ ﷺ سے روایت کر رہا ہو، یا ایسی سند ہو، جس میں کسی راوی کی دوسرے سے روایت ثابت ہی نہ ہو، جسے نقاد "فلان عن فلان لا یجیء" وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں<sup>6</sup>، اسے خروج عن نظام الاسانید سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، یا وہ اسناد معروف و مشہور ہے، مگر اس سند کے ساتھ اس راوی کے علاوہ کوئی بھی یہ متن روایت نہ کرتا ہو، تفرّد کی ان صورتوں میں سے ہر ایک دوسری سے غربت میں اشد ہے۔

نیز اس راوی کے طبقہ کو بھی دیکھا جائے گا؛ چنانچہ کبار تابعین کا تفرّد، صغار تابعین کے مقابلہ میں اولیٰ بالقبول ہے، اسی طرح کبار اتباع تابعین جو احتمال تفرّد میں تابعین سے کم تر ہیں، ان کا تفرّد صغار اتباع تابعین کے مقابلہ میں احتمالاً و قبولاً اقرب ہے۔ غرض جس قدر طبقہ اعلیٰ ہوگا، اسی قدر قبول تفرّد کا دائرہ بھی بڑھے گا؛ غرض تفرّد راوی کا قبول و رد ہونے کا اس کے طبقہ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اس سنہری فائدہ پر امام ذہبیؒ نے "لموظفہ" میں سب سے پہلے تفصیص فرمائی ہے۔

امام ذہبیؒ کے اس قول کی تائید انتشار سنت کے طریقہ سے بھی ہوتی ہے؛ چنانچہ کسی صحابی کا رسول اللہ ﷺ سے کسی حدیث کی روایت کرنے میں متفرّد ہونا، ایک قوی احتمال ہے؛ عین ممکن ہے کوئی صحابی نبی ﷺ کے ساتھ کسی کام کے سلسلے میں چل رہا ہے، یا سفر میں ان کے ساتھ ہے، یا کسی جگہ میں ان کے ساتھ ہے، اور اس دوران کوئی بات پیش آگئی، اور اس وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک سے کچھ صادر ہوا، یا یہ صحابی اپنے ساتھ پیش آمدہ کسی مسئلہ کی بابت رسول اللہ ﷺ سے خلوت میں مشورہ یا شرعی حل طلب کر رہا ہے، اور آپ ﷺ نے اس کو مشورہ دیا، یا مسئلہ کا شرعی حل بتایا، اور ان سب صورتوں میں اس صحابی کے ساتھ کوئی اور نہیں، جس نے آپ ﷺ کا یہ فرمان مبارک سنایا فعل مبارک ملاحظہ کیا ہو، طبقہ صحابہ میں یہ احتمال بالکل وارد ہے، بلکہ یہ احتمال نہایت قوی ہے، پھر صحابی کی بنسبت حدیث بیان کرنے کی بابت دوافع مختلف ہوتے رہتے ہیں، کسی حدیث کی تحدیث کے دوافع زیادہ ہوتے ہیں، کسی کے کم اور کسی اس سے بھی کم؛ چنانچہ وہ حدیث جو اس صحابی نے یوم عرفہ کے موقع پر تمام صحابہ کے ساتھ مل کر نبی ﷺ سے سنی، تو اس حدیث کے آگے بیان کرنے کے دوافع کم ہوں گے؛ اس لئے کہ اس کے ذہن میں یہ بات ہوگی، کہ یہ حدیث اگر میں نے بیان نہ بھی کی تو دیگر صحابہ کرام اسے بیان کر لیں گے، جبکہ وہ حدیث جو صرف اس نے سنی ہے، اس کے بیان کے دوافع زیادہ ہیں؛ اس لئے کہ یہ حدیث صرف اسی نے سنی ہے، اور حدیث دین ہے، جسے پھیلنا اور سب تک پہنچنا چاہئے؛ تاکہ دین ضائع نہ ہو؛ اس لئے اس کی یہ کوشش ہوگی کہ یہ حدیث آگے اوروں تک پہنچائے، پھر یہ حدیث اس صحابی سے کئی تابعین نے سنی ہوگی، اور یہی احتمال قوی ہے، اس کے بعد اب یہاں دوافع احتمال ہیں، یا تو یہ حدیث جو اس صحابی سے کئی تابعین نے سنی ہے، ان میں سے سوائے ایک کے کسی اور نے آگے بیان نہیں کی ہوگی، یہ احتمال بالکل وارد ہے اور ایسا ہونا ممکن ہے، کہ اس صحابی نے یہ حدیث کئی تابعین کو سنائی، مگر اس کی اہمیت کا احساس صرف ایک ہی کو ہوا، یا اس حدیث کو بیان کرنے کی مناسبت کسی کے سامنے نہیں آئی، یا کچھ لوگ یہ حدیث بھول گئے، اور صرف اس ایک تابعی نے ہی یہ حدیث آگے بیان کی، اور باقی نہ کر سکے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ صحابی یہ حدیث بھول گیا تھا، کہ ایسا کوئی معاملہ یا بات ہی پیش نہیں آئی، جس سے انہیں وہ حدیث یاد آجاتی، پھر اچانک کوئی ایسی بات پیش آئی، جس کی مناسبت سے انہیں وہ حدیث یاد آگئی، اور انہوں نے وہ حدیث ایک، دو، یا تین یا زائد تابعین کو سنائی، پھر ان تابعین میں سے صرف کسی ایک تابعی نے یہ حدیث آگے بیان کی، ان محتمل امور کی بنا پر جو ہم ابھی احتمال اول میں بیان کر آئے، غرض یہ احتمال بھی بالکل وارد اور ممکن ہے، مگر تابعین کے حق میں تفرّد کے اس احتمال کی قوت کا وہ درجہ

نہیں، جو اس صحابی کے حق میں تھا، پھر اسی طرح ساتھ والے طبقہ کی طرف چلے جائیں، اس میں اس طرح کے اتفاقات کا وقوع پچھلے طبقہ کی بنسبت کم تر ہوگا، اس کے بعد اگلے طبقوں میں چلتے جائیں، اور جوں جوں ہم آگے جائیں گے، اگلے طبقوں میں اس نوع کے اتفاقات کا وقوع پچھلے طبقات کی بنسبت کم تر ہوتا جائے گا، اور نتیجتاً ان طبقات کے حق میں قبولِ تفرّد کا دائرہ کم سے کم ہوتا جائے گا۔

اسی طرح راوی اور مروی عنہ کے درمیان تعلق کی نوعیت کو بھی دیکھا جائے گا، اس شیخ معین کے ساتھ اس راوی کے تعلق کی نوعیت اور درجہ کیا ہے، خصوصاً جب کہ راوی حافظ مکثر ہو، جس کے تلامیذ بکثرت ہوں، تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا، کہ یہ راوی اس کے شاگردوں کے طبقات میں سے کون سے طبقہ میں ہے؟ چنانچہ پہلے طبقے والے راوی، جو ضبط و اتقان، شدتِ ملازمہ اور احادیثِ شیخ کی بابت قوتِ خبرہ و طولِ ممارست میں باقی شاگردوں کے مقابلہ میں فائق و مقدم ہوتے ہیں؛ لہذا اس شیخ سے اس کے طبقہ اولیٰ کے شاگردوں میں سے کسی ایک کے تفرّد کے قبول کا احتمال بہت زیادہ ہوگا؛ نظر برآں طبقہ اولیٰ کے شاگردوں میں سے کسی ایک کا اس شیخ سے کچھ احادیث کی روایت کرنے میں متفرّد ہونا، ہرگز موجب استغراب نہیں<sup>7</sup>۔

اور اگر مفارید اس قدر قلیل ہوں کہ وہ اس راوی کی عدالت میں تشکیک کا موجب نہیں ہو سکتی ہیں، یا راوی کی احادیث میں مفارید کا وجود بالکل ہی نہ ہو تو پھر اس راوی کی احادیث کی قسم ثانی یعنی: شرکت والی احادیث کو دیکھا جائے گا کہ آیا ان احادیث میں اس کے شرکاء ثقہ راویوں کے ساتھ اس کی موافقت غالب ہے یا مخالفت، یا مخالفت بھی ہے اور موافقت بھی اور یہ کہ مخالفت کی نسبت، موافقت کے مقابلہ میں عدد کے اعتبار سے کتنی ہے، نیز اس نفسِ خطا کو بھی دیکھا جائے گا، کہ اس میں فحش و عدم فحش کا تناسب کتنا ہے، اور کبھی اس کی مفارید میں نکارت و خطا اس درجہ تک فاحش ہو جاتی ہے، کہ ناقد کو لگتا ہے کہ یہ راوی "غفلتِ شدیدہ" کے زیر اثر ہے، اور کبھی کبھار ان مفارید میں وضع کے آثار پائے جاتے ہیں کہ ناقد کو غالب گمان یا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ راوی کی جانب سے "تعمد" ہے، نہ کہ سہو و خطا؛ ان دونوں صورتوں میں وہ راوی مطعون العادلہ ٹھہرتا ہے<sup>8</sup>۔ غرض نقاد راوی پر حکم لگاتے ہوئے صواب اور خطا کے تناسب کو بھی دیکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ خطا کے فحش و عدم فحش کو بھی پیش نظر رکھتے اور اس کا لحاظ بھی کرتے ہیں<sup>9</sup>۔

پس اگر اس مقارنہ کے نتیجے میں ظاہر ہوا کہ یہ راوی فی الجملہ ضابط ہے تو ہم ایک مرتبہ پھر اس کی مفارید کی طرف لوٹیں گے۔ اگر مفارید ہوں تب—چنانچہ ہم اس کے تمام مفارید ایک ایک کر کے دیکھیں گے، سب سے پہلے اس کی ایک حدیث لیں گے، اور دیکھیں گے کہ کیا اس کا ضبط و اتقان اس درجہ کا ہے جو اس حدیث میں تفرّد کی وجہ سے پیدا ہونے والے محتمل ضعف کا جبیرہ کر سکے یا بالفاظِ دیگر کیا اس کا ضبط اس درجہ کا ہے کہ جو اس کے تفرّد کو قابلِ قبول بنا سکے۔ اگر یہ مفارید ایسے ہیں، کہ اس راوی کا ضبط ان کے قبولے کو محتمل نہیں ہے، تو دیکھیں گے کہ آیا ان مفارید میں ایسی مفارید موجود

ہیں، جن کی نکارت شدید ہے۔ شدت نکارت کی تفصیل بارہا گذر چکی ہے؛ کیونکہ اگر ان میں کچھ احادیث ایسی ہوئیں، جن کی نکارت شدید ہے تو اس کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ ہم اس کی تمام احادیث کو ساقط کر دیں<sup>10</sup>۔ امام دارقطنی کا قول مشہور ہے:

رُبَّ حَدِيثٍ وَاحِدٍ أَسْقَطَ مِائَةَ أَلْفِ حَدِيثٍ<sup>11</sup>۔

مگر اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ: قسم ثانی یعنی: شرکت والی احادیث کی طرف تفرّد والی احادیث کے بعد نظر کی جائی گی۔ بلکہ کبھی تو شرکت والی احادیث سے ابتدا کرنا زیادہ صحیح و مناسب ہوتا ہے؛ اس لئے کہ ان کے ذریعے راوی پر حکم لگانا آسان ہوتا ہے<sup>12</sup>۔ اور شرکت والی احادیث کا سبر، مفارید کے سبر کی نسبت کم عمق و گہرائی والا ہوتا ہے، مگر گہرائی و عمق سے وہ بھی خالی نہیں ہوتا۔

تعمیہ: یہاں ایک امر پر تنبیہ کرنا ضروری ہے، کہ جس طرح راوی کی رد کی جانے والی مفارید کے درجات ہیں؛ کہ کبھی کبھار مفارید رد ہونے کے باوجود راوی کی عدالت پر فرق نہیں پڑتا، اور کبھی یہ اس کی عدالت کے سقوط کا موجب ہو جاتی ہیں؛ اسی طرح درجات کی یہ تفصیل شرکت والی روایات میں بھی ہے؛ چنانچہ راوی کے درجہ غلط اور اس کے درجہ عدالت دونوں کا موازنہ کیا جائے گا، اگر درجہ غلط، راوی کے درجہ متانت عدالت اور اس بابت ناقد کے یقین قوی سے فائق نہ ہو تو ایسی صورت میں صرف اس راوی غلطی کو رد کیا جائے گا، مگر راوی کی عدالت کو مجروح نہیں کرے گا۔ اور اگر نکارت کا درجہ راوی کی عدالت سے متعلق ناقد کے یقین سے فائق ہو تو راوی اور مروی دونوں کو بیک وقت رد کیا جائے گا؛ اور اس حدیث کی وجہ سے راوی کو از روئے عدالت مجروح کیا جائے گا۔

### اگر راوی مقل یعنی: قلیل الحدیث ہو

یہ تفصیل اس راوی کے بارے میں تھی جو مکثر ہو، لیکن راوی اگر قلیل الحدیث ہو مثلاً: وہ راوی جس کی ایک یا دو روایات ہیں، تو ایسے راوی کی احادیث کا سبر عموماً بہت مشکل ہوتا ہے، اگرچہ مجال نہیں ہوتا، ایسی صورت میں کچھ نقاد بسا اوقات توقف کر لیتے ہیں، کچھ کو راوی پر حکم لگانے کے اسباب و وسائل ہاتھ آجاتے ہیں اور وہ باوجود قلت حدیث راوی کے اس پر حکم لگانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، خصوصاً جب کہ راوی مقل کی تمام احادیث شرکت والی ہوں تو ان کے ذریعے اس راوی پر حکم لگانا نسبتاً آسان ہوتا ہے؛ چنانچہ فرض کرتے ہیں، اس راوی کی دو یا تین حدیثیں ہیں، اب اگر دیگر راوی ان میں اس کی موافقت کرتے ہیں تو یہ ثقہ ہو گا اور اگر مخالفت کرتے ہیں تو یہ ضعیف ہو گا، اگر ہم اس راوی پر اجمالی یا مجموعی حکم نہ بھی لگائیں، تب بھی اس کی احادیث پر حکم لگانا آسان ہے؛ چنانچہ جس حدیث میں ثقافت نے اس کی موافقت کی ہے وہ حدیث صحیح ہے، اور جس میں مخالفت کی ہے، وہ ضعیف ہے۔

اور اگر اس کی تمام احادیث مفارید ہیں یا مفارید اور شرکت والی دونوں ہیں، بلکہ کبھی اس کی ایک یا دو احادیث ہی ہوتی ہیں۔ اور ان میں بھی وہ متفرّد ہوتا ہے تو ایسی حالت میں اس پر حکم لگانا نئمہ و نقاد کے لئے بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے<sup>13</sup>؛ اس لئے کہ

شرکت والی احادیث میں اس نے اگرچہ ثقافت کی موافقت کی ہو، مگر شرکت والی احادیث کی قلت کی وجہ سے یہ احادیث راوی پر ضبط و عدم ضبط کے اعتبار سے حکم لگانے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ اور ایسی صورت میں حکم لگانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی مفارید کو بھی دیکھا جائے۔ اور راوی پر اس کی مفارید قلیلہ کے ذریعے حکم لگانا جب کہ وہ کبھی کبھار ایک حدیث ہوتی ہے، نہایت ہی مشکل کام ہے، خصوصاً جب کہ اس حدیث واحد فرد میں کوئی نکارت ظاہر نہ پائی جاتی ہو اور اس راوی کا طبقہ بھی ایسا ہو جو اس تفرک کا محتمل ہو، مثلاً: وہ طبقہ تابعین، یا تابع تابعین میں سے ہو۔ اور اگر اس ایک حدیث میں نکارت پائی گئی اور سند میں تمام راوی ثقافت ہوں سوائے اس ایک راوی کے، جس کی یہی ایک حدیث ناقد کے پاس ہے تو اس ایک راوی پر ضعف کا حکم لگا دیا جائے گا، اور اگر ایک سے زیادہ راوی اس سند میں موجود ہیں، جن کی طرف اس نکارت کی نسبت کی جاسکتی ہے تو ان میں جو راوی زیادہ ضعیف ہو گا اسی کی طرف اس کی نسبت کی جائے گی۔ اور اگر سب ضعف میں برابر درجہ کے یا متقارب ہوں تو ناقد غلطی و نکارت کی نسبت کسی کی طرف کرنے میں توقف کرے گا۔

تعمیہ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس راوی کی صرف ایک یا دو احادیث ہوں اس پر حکم لگانا ممکن نہیں، یہ محال ہے؛ چنانچہ یہ لوگ اپنے اس خیال کی تائید میں ابن عدی کی کچھ عبارات بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کا یہ نقطہ نظر غلط ہے، جس کی دلیل ”واقع نقد“ ہے؛ چنانچہ ائمہ نقد نے ایسے راویوں کی احادیث کا بھی سبر کیا ہے، جن کی صرف ایک حدیث ہے، مثلاً: امام ابو حاتم، سعید بن محمد زہری کی بابت فرماتے ہیں:

لیس بمشہور، و حدیثہ مستقیم، إنما روی حدیثاً واحداً<sup>14</sup> « جبکہ اسی حدیث کو امام ابو داؤد نے منکر کہا ہے<sup>15</sup>۔ اسی طرح امام ابو حاتم نے عبد الرحمن بن حرمہ جو قاسم بن حسان کے چچا ہیں کے بارے میں فرمایا: «لیس بحدیثہ بأس»<sup>16</sup>، حالانکہ امام علی ابن المدینی نے ان کی ایک حدیث کی بابت فرمایا: «لا أعلم روی عن عبد الرحمن بن حرملة هذا شيئاً، إلا من هذا الطريق، ولا نعرفه في أصحاب عبد الله»<sup>17</sup>

علاوہ ازیں خود امام ابن عدی کی کچھ دیگر ایسی عبارات ہیں، جو اس حکم کے امکان پر دلالت کرتی ہیں۔ بلکہ کچھ ایسے روایات بھی ہیں، جن کے بارے میں ابن عدی نے کہا ہے کہ ان پر حکم لگانا ممکن نہیں، حالانکہ دیگر ائمہ و نقاد نے ان پر حکم لگایا ہے، اور خود امام ابن عدی نے ”الکامل“ میں ان دیگر ائمہ کے اقوال بھی ذکر فرمائے ہیں، خود امام ابن عدی نے ”رؤبہ بن بجاج تمیمی راجز“ جو مشہور شاعر ہیں، اور ان کی مسنداً صرف ایک حدیث ہے، مگر امام ابن عدی نے اس حدیث کو محتمل قرار دیتے ہوئے اس راوی پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا: لم یکن بروایتہ بأس<sup>18</sup>، حالانکہ اس حدیث میں ”رؤبہ“ متفرد ہیں، کوئی ان کا متابع راوی بھی نہیں ہے۔ نیز خطیب بغدادی نے بھی اس کے امکان پر تنصیص بھی فرمائی ہے<sup>19</sup>۔

غرض اس طرح کے راوی پر حکم لگانا مشکل ضرور ہے کہ کبھی کبھار ناقد اس طرح کے راوی پر حکم لگانے میں توقف کرتا ہے، جس طرح ابن حبان نے کچھ راویوں میں کیا ہے، مگر یہ حکم لگانا ممکن نہیں؛ لہذا امام ابن عدی کے اس کلام

کو اس کے ”ظاہر“ اور ”اطلاق“ پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔ امام ابن عدیؒ نے جن مقلین پر کلام کرتے ہوئے اس طرح کا کلام ذکر کیا ہے، وہاں ان کی مراد خاص وہی راوی ہوتے ہیں، ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ مقلین پر حکم لگایا ہی نہیں جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### نتائج بحث

سبر، ضبط راوی معلوم کرنے کا سب سے مشقت طلب اور کھٹن طریقہ ہے، جو حفظ واسع، فہم ثاقب اور معرفت تامہ کا متقاضی ہوتا ہے۔ بعض اوقات راوی کی حدیث کا سبر ممکن نہیں ہوتا، خصوصاً جب مجہول راوی کا شیخ یا تلمیذ یا شیخ و تلمیذ دونوں ضعیف ہوں۔ راوی کی مرویات میں اگر صرف مراسیل و مقاطع ہوں تب بھی عموماً اس کی حدیث کا سبر ممکن نہیں ہوتا۔ راوی کی حدیث کا سبر کرنے کے لئے اس کی شرکت والی روایات اور مفارید دونوں کو دیکھا جاتا ہے۔ مرویات میں قلت و کثرت اور دیگر نواحی کے اعتبار سے روایت کی احادیث کے سبر کی نوعیت بھی مختلف ہوتی ہے۔ راوی کی مرویات میں مفارید کا غلبہ اس کے شدت ضعف کا موجب ہوتا ہے۔ راوی کی احادیث میں خطہ کبھی کبھار اس کی عدالت کے سقوط کا موجب بھی بنتی ہے۔

### حواشی و حوالہ جات

- 1 قال ابن معین: قال لي إسماعيل بن علية يوماً: كيف حديثي؟ قلت: أنت مستقيم الحديث، فقال لي: وكيف علمتم ذلك؟ قلت له عارضنا بما أحاديث الناس، فرأيناها مستقيمة، فقال: الحمد لله؛ 1. هـ. "التاريخ - رواية ابن محرز" (2: 39)
- 2 الخطيب، "الكفاية في معرفة أصول علم الرواية" ص 140
- 3 ابن عدي، "الكامل في معرفة ضعفاء الرجال" 1: 260
- 4 مثلاً: وہ حدیث قرآن کریم، یا احادیث صحیحہ ثابتہ کے ساتھ، یا حس یا عقل صریح کے ساتھ متضاد ہو۔
- 5 مثلاً: امام زہریؒ ہی کو لے لیں کہ: ان کے مفارید کی ایک بڑی تعداد ہے، مگر پھر بھی نقاد میں سے کسی نے بھی ان پر کلام نہیں کیا، بلکہ ان مفارید و غرائب کی وجہ سے نقاد نے ان کے ضبط کو قوی اور مضبوط قرار دیا ہے؛ کیونکہ امام زہریؒ ان کبار ائمہ حدیث میں سے ہیں، جنہوں نے احادیث نبویہ کا استیعاب و احاطہ کیا ہے؛ وہ حدیث نبوی کی تلاش و جستجو میں لگے رہتے اور حفظ حدیث کی خاطر انہوں نے اسفار کیے اور کبار حفاظ حدیث کی ملازمت و صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ اپنے زمانہ کے اکثر حفاظ حدیث کی احادیث انہوں نے یاد کر لیں؛ اس لئے ان جیسی شخصیت کے لئے یہ بات موجب استغراب نہیں کہ وہ احادیث کثیرہ کی روایت کرنے میں متفرد ہوں۔
- 6 قال الإمام ابن أبي حاتم: «وسمعت أبي وحدنا عن محمد بن يحيى بن حسان، عن أبيه، عن مسكين أبي فاطمة، عن حوشب، عن الحسن قال: كان أبو أمامة يروي عن رسول الله ﷺ: إن الغسل يوم الجمعة ليسل الخطايا من أصول الشعر استلالاً. فقال أبي: هذا منكرو، الحسن عن أبي أمامة لا يجيء، ووهم أمر مسكين عندي بهذا الحديث». ابن أبي حاتم، "علل الحديث" 2: 535.

- 7 وجہ یہ ہے کہ یہ راوی اپنے شیخ کی احادیث کا عالم ہوتا ہے، جس کی اس نے اکثر احادیث سنی ہوئی ہوتی ہیں؛ لہذا یہ ممکن ہے کہ شیخ نے اس راوی کو خصوصی طور پر کچھ احادیث سنائی ہوں یا کسی مناسبت سے شیخ کو کوئی حدیث یاد آگئی اور وہ اس نے سنادی، جسے اس راوی کے علاوہ کسی اور نے نہیں سنا ہو۔ یہ احتمال محض احتمال عقلی نہیں، بلکہ احتمال واقعی ہے؛ اس لئے کہ یہ راوی اس شیخ کی کثرت ملازمت و کثرت مجالست کے ساتھ معروف ہے؛ اس لئے اگر وہ اس شیخ سے کچھ احادیث کی روایت کرنے میں متفرّد ہو تو یہ اچھے کی بات نہیں۔
- 8 کیونکہ کبھی کبھار راوی ایک ایسی حدیث روایت کرتا ہے، جس میں وہ ایسی فحش اور سنگین غلطی کر بیٹھتا ہے، جو اس کے شدت ضعف پر دلالت کرتی ہے اور بسا اوقات یہ غلطی اس قدر سنگین ہوتی ہے کہ اس کی عدالت کے سقوط ہی کا سبب بن جاتی ہے، مثلاً: اگر کوئی طالب علم حدیث النبی بیان کرتے ہوئے اس کی نسبت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کر دے، تو اس غلطی کو فاحش اور سنگین کہا جائے گا یا نہیں؟ اس لئے کہ یہ حدیث اس قدر مشہور ہے کہ، حدیث کے ادنیٰ طالب علم کو تو چھوڑیئے، عام پڑھے لکھے شخص کو بھی معلوم ہے کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث ہے اور انہوں نے اسے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے، ایسے راوی کو نقاد غفلت شدیدہ کا مرتکب قرار دے کر اس کی عدالت ساقط کر دیتے ہیں۔ اور اگر کسی اور حدیث میں یہ شخص صحابی بدل دیتا ہے، تو یہ بھی اگرچہ غلطی ہے، مگر یہ خطا، فاحش نہیں کہلائی گی۔ اب دیکھیں خطا کی نوعیت ایک جیسی ہے، کہ دونوں حدیثوں میں صحابی بدلا گیا ہے، مگر ایک حدیث میں یہی خطا، فاحش قرار دی گئی، اور دوسری حدیث میں اس کو غیر فاحش قرار دیا گیا۔ نقاد راوی پر حکم لگاتے ہوئے خطا کے فحش و عدم فحش کو بھی پیش نظر رکھتے اور اس کا لحاظ کرتے ہیں۔
- 9 اور صواب و خطا کے درمیان یہ نسبت، اور پھر خطا میں فحش و عدم فحش کی معرفت مشکل ترین کام ہے، جو ایک مجھے ہوئے، وسیع الاطلاع حافظ امام ہی کر سکتا ہے، اور اس عملیہ کے نتیجے میں وہ راوی پر اجمالی یا مجموعی حکم لگاتا ہے کہ اس راوی کی اخطا بہت کم ہیں، اس لئے یہ راوی متقن و تام الضبط ہے، اس راوی کی اخطا اگرچہ ہیں، مگر صواب کو خطا پر غلبہ حاصل ہے؛ اس لئے یہ راوی خفیف الضبط ہے، اور اس کی حدیث حسن درجہ کی ہے، جو قبول و صحت کا ادنیٰ درجہ ہے۔
- 10 واضح رہے کہ تفرّد کی وجہ سے جو حدیث رد ہوتی ہے، وہ کبھی اس راوی میں موجب طعن نہیں ہوتی، اور وہ راوی ثقہ رہتا ہے، اور اس حدیث کو اس راوی کی خطا پر محمول کر دیا جاتا ہے؛ کہ خطا سے کوئی بھی معصوم نہیں، سوائے ان ہستیوں کے، جن کی عصمت منصوص ہے، مثلاً: حبیب بن ابی ثابت، جو مشہور تابعی ہیں، امام ابن معین نے انہیں ثقہ کہا اور ساتھ میں کہا: انہوں نے دو حدیثیں ایسی روایت کی ہیں، جو منکر ہیں۔ مگر کبھی تفرّد کی وجہ سے رد ہونے والی حدیث کی نکارت اس قدر فاحش و شدیدہ اذکارہ ہوتی ہے، کہ وہ اس راوی میں موجب طعن ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس کی تمام احادیث ساقط ہو جاتی ہیں۔ غرض دونوں قسموں میں احادیث منکر ہیں، مگر ایک کی نکارت فاحش و شدیدہ ہے، اور دوسری کی شدیدہ نہیں۔
- 11 قال الحاکم: قلت: فالربیع بن یحییٰ الأشنانی؟ قال -أي: الدارقطني-: «ليس بالقوي يروي عن الثوري، عن ابن المنكدر، عن جابر: "الجمع بين الصلاتين". وهذا يسقط منه ألف حديث». الدارقطني، "سؤالات الحاکم: 142
- 12 اس لئے کہ شرکت والی احادیث میں خطا و صواب کے معالم و نشانات زیادہ واضح ہوتے ہیں؛ اس لئے کہ اس صورت میں راوی کی خطا و صواب پر دلالت کرنے والے ادلہ و قرائن موجود ہوتے ہیں، جو قدرے ظاہر ہوتے ہیں؛ کہ دیگر شریک راویں کی موافقت و مخالفت کی مدد سے اس راوی کی خطا و صواب کو پچھانا نسبتاً آسان ہوتا ہے، جب کہ تفرّد کی صورت میں اس راوی کا یہ ہی کوئی موافق

- ہوتا ہے اور نہ مخالف؛ چنانچہ اس کے غلط ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے اور مصیب ہونے کا بھی، اور اس کے صواب و خطا کو معلوم کرنا ایسا ہی ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص لق و دق صحراء میں، جوہر طرح کے معالم و نشانیوں سے خالی ہو، اپنی منزل تلاش کرے۔
- 13 الکامل في معرفة ضعفاء الرجال 4: 352
- 14 ابن أبي حاتم، "الجرح والتعديل 4: 58
- 15 أبو داود، "سؤالات الآجري" (1085)
- 16 الجرح والتعديل 5: 222
- 17 المصدر نفسه
- 18 الکامل في معرفة ضعفاء الرجال 5: 52
- 19 قال الخطيب: «فصل: ومن لم يرو غير حديث أو حديثين، ولم يعرف بمجالسة العلماء وكثرة الطلب، غير أنه ظاهر الصدق مشهود له بالعدالة قبل حديثه، حرًا كان أو عبدًا. وكذلك إن لم يكن من أهل العلم يعني ما روى، لم يكن بذلك مجروحاً؛ لأنه ليس يؤخذ عنه فقه الحديث، وإنما يؤخذ منه لفظه، ويرجع في معناه إلى الفقهاء فيجتهدون فيه بآرائهم» "الكفاية في معرفة أصول علم الرواية: 93